مولانا ذاکر حسن نعمانی ، اکوڑہ خٹک
فاضل جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی

حُسنِ صورت اور حُسنِ سیرت کا مرقع

میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا خوبصورت اور خوب سیرت شیخ الحدیث نہیں دیکھا

یک ذات حامیِ شریعت بود حیف آں نیز نماند

علمی و رُوحانی دنیا کا عظیم حادثہ ۷ ستمبر ۱۹۸۸ء شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رح کی رحلت ہے۔ سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے وارث، دیوبند کے عظیم سپوت، اکابر علماء دیوبند بالخصوص حضرت مدنی رح کی یادگار اور نشانی ہم سے بچھڑ گئی، موت سے کسی کو رستگاری نہیں ؎

هل الدهر والايام الا كما ترى
رزية مال او فراق حبيب

حضرت الشیخ رح چلے گئے لیکن اپنے پیچھے ایک طویل داستانِ غم چھوڑ گئے کوئی نہیں چاہتا کہ اس کا محبوب اس سے جدا ہو لیکن خدائی قانون ہے كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ؎

حكم المنية فى البرية جار
ما لهذه الدنيا بدار قرار

(ترجمہ) "موت کی حکومت ساری دنیا پر حاوی ہے، یہ دنیا کسی کی قرارگاہ نہیں"

حضرت الشیخ رح کی وفات کی خبر سنکر یقین نہیں آتا تھا لیکن آخر شش بے یقینی یقین میں اور حیرت اندوہ میں بدل گئی۔

حضرت شیخ الحدیث رح سے تعلق

اکوڑہ خٹک اور ہمارے گاؤں مصری بانڈہ کے درمیان صرف دریائے کابل حائل ہے۔ لیکن ہماری رہائش پشاور میں تھی، ۱۹۷۶ء یا ۱۹۷۷ء کی بات ہے جب میں قرآن پاک حفظ کیا کرتا تھا، دو تین مرتبہ خواب دیکھا کہ حضرت الشیخ رح کے ہاں میری دعوت ہے اور خوب سیر ہو کر چاول اور گوشت کھایا، اپنے استاد صاحب نے تعبیر بتائی کہ آپ ان سے مستفید ہوں گے۔

۱۹۸۰ء میں دارالعلوم حقانیہ میں داخلہ لیا جبکہ میں کافیہ کا طالب علم تھا، ۱۹۸۸ء تک دارالعلوم اور ایک علاقہ ہونے کے ناطے حضرت شیخ الحدیث رح سے بڑا قریبی اور گہرا تعلق رہا ہے، ایسے وقت میں تعلق قائم ہوا جبکہ حضرت رح دوسروں کے سہارے چلا کرتے تھے۔ چراغ سحری تھے لیکن چہرے پر سوائے سفید خوبصورت داڑھی کے بڑھاپے کے آثار نہ تھے، چہرے سے ہر وقت معصومیت ٹپکتی تھی۔ میں نے اپنی پوری زندگی میں اتنا خوب صورت اور خوب سیرت شیخ الحدیث نہیں دیکھا۔ دیکھنے والے کا جی چاہتا کہ بس دیکھتا رہوں۔ افسوس! آج نگاہیں ترستی ہیں اُن کے دیکھنے کو۔ اب تو صرف خیالات میں ہی اُن کی تصویر رہتی ہے — اُن کی خوبصورتی کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حضرت الشیخ رح کی اہلیہ محترمہ کی وفات پر تعزیت کے سلسلہ میں ہمارے ملک کے ایک بہت بڑے صنعت کار کی اہلیہ بھی آئی، واپسی پر کہنے لگی کہ "مولانا کا خیال رکھنا کہیں نظرِ بد نہ لگ جائے"۔

حضرت شیخ الحدیث رح حضور سید دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کے مصداق تھے نضر الله امرأً سمع مقالتى ..... الخ

تین القاب

حضرت مولانا عبدالحق رح تین القاب سے مشہور تھے۔ (۱) داجی (۲) مولانا صاحب (۳) شیخ الحدیث صاحب

ہمارے پٹھانوں کی اصطلاح میں حقیقی باپ کو داجی کہہ کر پکارتے ہیں۔ حضرت الشیخ رح سے عقیدت کی بناء پر قرب و جوار کے بڑے چھوٹے سبھی داجی کہا کرتے تھے۔

اکوڑہ خٹک اور گرد و نواح کی حقانی برادری اور اپنے حلقۂ تلامذہ و متعلقین میں "مولانا صاحب" کے لقب سے مشہور تھے۔ جب کسی کی زبان پر مولانا صاحب کا لفظ آتا تو فوراً ذہن آپ کی طرف چلا جاتا۔ جب کسی اور عالم کیلئے مولانا صاحب کا لفظ استعمال کرتے تو ساتھ نام لینا پڑتا تھا۔ دارالعلوم دیوبند میں آپ کے شیخ و استاذ حضرت مدنی رح بھی "مولانا صاحب" کے لقب سے معروف تھے۔ جب دیوبند میں "مولانا صاحب" کہا جاتا تو اس کا مصداق حضرت مدنی رح ہوتے۔ یہی صورت حضرت شیخ الحدیث رح کے ساتھ دارالعلوم حقانیہ میں تھی ——— خواص اور علماء کرام کے حلقہ میں شیخ الحدیث صاحب کے لقب سے شہرت رکھتے تھے۔ ہر نو وارد عالم یا عام آدمی جب آتا تو پوچھتا کہ شیخ الحدیث صاحب کہاں ہوں گے؟ جس سے پوچھا جاتا وہ فوراً سمجھ جاتا کہ حضرت الشیخ رح سے ملنا چاہتے ہیں۔

تواضع

حضرت شیخ الحدیث رح کی تواضع حاتم طائی کی سخاوت سے زیادہ مشہور ہے۔ عاجزی اور انکساری ان کی طبیعت میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہ کوئی تصنع یا بناوٹ نہیں بلکہ طبیعتِ ثانیہ بن چکی تھی۔ تواضع اور بے نفسی کا یہ عالم تھا کہ کبھی اپنے علم کا اظہار نہیں کیا۔ کوئی دعا کے لیے کہتا تو حاضرین سے

فرماتے کہ ان کے لیے اور مجھ عاجز کے لیے دُعا مانگیں، کوئی سائل فتویٰ پوچھتا تو مفتی صاحب کی طرف راہنمائی فرماتے۔

بعض اوقات حضرتؒ کی معصومیت اور تواضع و انکسار سے بعض ناواقف لوگ یہ سمجھ لیتے کہ شیخ الحدیثؒ تو کچھ جانتے ہی نہیں، انہیں تو ایک مسئلہ بھی معلوم نہیں۔ لیکن جب مولانا عبدالقیوم حقانی صاحب حقائق السنن پر دن کا کیا ہوا کام عصر کی نماز کے بعد سناتے اور حضرتؒ تصحیح و ترمیم فرماتے تو یقین آجاتا تھا کہ واقعی حضرتؒ علم کا سمندر ہیں۔ دور دراز سے آئے ہوئے اکابر علماء اور مدرسین جب یہ منظر دیکھتے تو ششدر رہ جاتے اور حضرتؒ کی علمی عظمت کا اعتراف کرنا پڑتا۔

شفقت و رأفت

حضرت الشیخؒ حد درجہ شفیق و مہربان تھے، ملنے کا انداز ایسا تھا کہ ہر ایک گرویدہ بن جاتا تھا، جو ایک مرتبہ ملاقات کر لیتا ہمیشہ ملاقات کے لیے بیتاب رہتا۔ بڑے بڑے لوگوں سے ملاقات کے بعد کئی لوگوں سے شکوہ و شکایت سننے میں آئی۔ بڑے لوگوں کے کچھ اصول ہوتے ہیں جن کے تحت وہ پوری زندگی گذارتے ہیں جس کی وجہ سے بعض لوگ شکوہ و شکایت کرتے ہیں۔ حضرت شیخ الحدیثؒ کی زندگی بھی منظم اور مرتب تھی لیکن ہر ملنے والا اُن سے ہر جگہ مل سکتا تھا، بہت کم لوگ ایسے ہوں گے کہ بغیر ملاقات کے واپس گئے ہوں، حضرتؒ نے خود کسی کو بغیر ملاقات کے واپس نہیں کیا۔ ہر ایک کے ساتھ بڑی شفقت سے پیش آتے تھے نہ کبھی کسی کو ڈانٹا نہ کسی پر غصہ کیا، پیار اور نرمی کے لہجے میں سمجھاتے تھے، ہر کسی کو بیٹا کہہ کر پکارتے تھے اور اسی نرمی میں منکرات سے منع فرماتے تھے۔ حدیث میں آیا ہے من یحرم الرفق یحرم الخیر کلہ "جو نرمی سے محروم رہا وہ پورے خیر سے محروم رہا"۔ ہر ایک کی خاطر مدارات کرتے تھے جس کی وجہ سے بعض لوگوں کو شکوہ تھا کہ مولانا صاحبؒ کیوں ہر ایک کی اتنی عزت کرتے ہیں، خود میرے دل میں بھی یہی کھٹکا رہتا تھا کیونکہ کچھ لوگ واجب التوہین بھی ہوتے ہیں لیکن حضرت الشیخؒ اُن کے سر پر بھی دست شفقت پھیرتے ہیں، لیکن جب میں نے یہ حدیث دیکھی رأس العقل بعد الایمان باللہ مداراۃ الناس "یعنی ایمان باللہ کے بعد عقلمندی مداراۃ الناس ہے"، مداراۃ کے معنی ظاہرداری کے ہیں، تو میرا دل حضرت الشیخ رحمہ اللہ کی حکمت عملی پر عش عش کر اُٹھا کہ حضرتؒ تو حدیث کے مقتضیٰ پر عمل پیرا ہیں۔

صبر و تحمل

حضرت تھانویؒ کا مقولہ ہے کہ "ہر معاملہ میں تامل و تحمل سے کام لینا چاہیئے"۔ ہم نے حضرت الشیخؒ کو صبر و تحمل کا پہاڑ پایا۔ ہر قسم کی مشکلات پر صبر کیا، کسی نے گالی بھی دی تو جواب نہیں دیا، کبھی کسی کو بددعا نہ دی نہ کسی سے انتقام لیا، بلکہ مخالفین کا تذکرہ کرنا تو کجا اپنی محفل میں اُن کی شناعت سننا بھی گوارا نہ تھی اور نہ کسی کو اس کی جرأت ہوتی تھی۔ البتہ مخالف کو اللہ تعالیٰ نے سزائیں دی ہیں لیکن حضرت الشیخؒ نے خود اپنی زبان سے [illegible] وہ لفظ تک نہیں نکالا۔

مجھے میرے ماموں نے قصہ سنایا کہ ہمارے گاؤں میں مولانا صاحبؒ ایک جنازہ پڑھانے کیلئے تشریف لائے تھے، نماز جنازہ کے بعد ہمارے گاؤں کے ایک بڑے عالم نے دوران تقریر حضرت الشیخؒ کے خلاف زبان استعمال کی تو ہمارے ایک رشتہ دار عالم کھڑے ہوئے اور اس عالم کو زبردستی بٹھا دیا اور اعلان کر دیا کہ مولانا صاحبؒ تشریف لائے ہیں وہ خود تقریر کریں گے۔ مولانا صاحبؒ جب تقریر کے لیے کھڑے ہوتے تو لوگوں پر سناٹا چھا گیا کہ خدا جانے مولانا صاحبؒ جوابی تقریر میں کیا فرمائیں گے! لیکن قربان جاؤں مولانا صاحبؒ کے صبر و تحمل پر کہ اُس عالم کو صراحتاً تو کجا اشارۃً اور کنایۃً تک میں جواب نہ دیا، سارے لوگ حیران تھے کیونکہ ناخوشگوار فضا کو خوشگوار بنا دیا۔

الیکشن کے دوران مخالفین کی بے لگام زبانیں ہر طرح چلتی تھیں لیکن مولانا صاحبؒ تھے کہ بس دُعائیں ہی دیتے تھے۔

غیبت سے اجتناب

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ فرماتے ہیں کہ "زنا باہی گناہ ہے اور غیبت جاہی گناہ ہے" زنا کے بعد ندامت ہوتی ہے جس سے آدمی کو توبہ کی توفیق ملتی ہے اور غیبت کے بعد نفس خوشی محسوس کرتا ہے، جی چاہتا ہے کہ بس غیبت کرتا چلا جاؤں، توبہ کی توفیق نہیں ملتی۔ اس لیے حدیث کے اندر آیا ہے اَلْغِيبَةُ اَشَدُّ مِنَ الزِّنَا"۔ ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ کو دیکھا کہ کبھی کسی کی غیبت نہیں کی، اُن کا غیبت نہ کرنا بھی اُن کی تواضع کی طرح حد شہرت کو پہنچا ہوا ہے، میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اُن کو کبھی بھی کسی کی غیبت کرتے نہیں دیکھا، کبھی مجلس کے اندر کسی کا ذکر آ بھی جاتا تو مولانا صاحبؒ ایسا انداز تکلم اختیار فرماتے کہ مخاطب بھی کسی کے خلاف زبان استعمال نہ کر سکتا تھا۔

ولایت

حضرت الشیخؒ ولایت کے بہت اونچے درجے پر فائز تھے۔ حضرت مدنیؒ، حضرت لاہوریؒ، حضرت درخواستیؒ، حضرت قاری محمد طیبؒ، حضرت مولانا نصیر الدین غورغشتویؒ، حضرت مولانا محمد زکریاؒ، حضرت مولانا خواجہ عبدالمالکؒ کی توجہات کا مرکز تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کو فکر تھی کہ اُن کے بعد روحانی دنیا میں کون (ان کا قائم مقام) ہوگا تو حضرت مدنیؒ پر نظر پڑی تو تسلی ہوئی، حضرت مدنیؒ نے ہمارے حضرت الشیخؒ کو خصوصی توجہ سے نوازا تھا، حضرت لاہوریؒ کو تاکید کی تھی کہ مولاناؒ کا بہت خیال رکھنا۔ حضرت لاہوریؒ کا کھرے کھوٹے کو پہچاننا بہت مشہور ہے۔ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ حضرت الشیخؒ کے ساتھ بڑی شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، حضرت الشیخؒ کی ہر دعوت قبول فرما کر اکوڑہ خٹک تشریف لاتے تھے جس سے اولیاء اللہ کو محبت ہو وہ ضرور ولی ہوتا ہے۔

حضرت الشیخؒ کی طلباء، علماء اور اکابر بلکہ عام و خاص کے اندر شہرت ہی اُن کی ولایت کی دلیل ہے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اُس سے محبت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جبرئیل علیہ السلام سے فرماتے ہیں، جبرئیلؑ فرشتوں کے

اندر منادی کرتا ہے، پھر نیک لوگوں کے دلوں میں اس کی محبت آجاتی ہے، پھر عوام کے اندر مقبول ہو جاتا ہے۔ جو محبت اوپر کی طرف سے یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے شروع ہو اور عوام تک پہنچ جائے یہ بڑی مبارک شے ہے اور قبولیت کی نشانی ہے۔ جس کو اوّلاً عوام کے اندر شہرت ملے پھر غلطی سے کچھ خواص بھی محبت کرنے لگیں یہ خطرناک شہرت ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کی نشانی نہیں۔

حضرت الشیخؒ سے اوّلاً اولیاء اللہ اور علماء کرام نے محبت شروع کی، اس کے بعد عوام الناس گرویدہ ہوگئے، جو اُن کی عنداللہ مقبولیت کی دلیل ہے۔ اُنکے چہرے کو دیکھ کر خدا یاد آجاتا تھا۔ میں نے اپنی زندگی میں علماء و عوام کے اندر اتنی شہرت کسی کی نہیں دیکھی۔

کشف و کرامات

حضرت الشیخؒ صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع کامل کے لیے کرامت کی کوئی حد نہیں۔ ہاں اگر شریعت کے اندر کسی امر کا وقوع محال ہو تو وہ کرامت نہیں ہو سکتی۔ مثلاً قرآن کریم کی مثل پیش کرنا۔

حضرت تھانویؒ نے کرامت کی تقسیم کی ہے، حسّی اور معنوی۔ معنوی کرامت استقامت ہے جو ہم نے حضرت شیخ الحدیثؒ کی ذات میں بدرجۂ اتم دیکھی۔ حسّی کرامت کی بھی کئی قسمیں ہیں جسے ترک کرتا ہوں کیونکہ یہ میرا موضوع نہیں۔

ہمارے ساتھ دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل میں ایک مدرس ہیں جن کا نام مولانا عبدالحق ہے، جنہوں نے آج سے ۲۵ سال قبل دورۂ حدیث حضرت الشیخؒ سے پڑھا تھا۔ حضرت شیخ الحدیثؒ سے اُن کا گہرا تعلق تھا اور اکثر اوقات خدمت کیا کرتے تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے دورہ موقوف علیہ میں شادی کی اور دورۂ حدیث کے سال ایک دن مجھے حضرت شیخ الحدیثؒ نے فرمایا "مبارک ہو، اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرزند عطا کیا ہے۔" اور ساتھ دعائیں بھی دیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو نیک اور صالح بنائے ـــــ راوی کا بیان ہے کہ میں نے وقت اور دن نوٹ کیا، گھر جا کر پتہ چلا کہ اُسی دن اُسی وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے فرزند عطا کیا تھا۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرتؒ کی دعاؤں سے میرا لڑکا تہجد گذار ہے، بڑا نیک اور متقی ہے، اور باپ سے کہتا ہے کہ میں نے ساری زندگی حرام نہیں کھایا اگر آپ نے حرام نہ کھلایا ہو۔

تنبیہ و انذار کا حکیمانہ انداز

ہمارے علاقہ میں ایک متعصب غیر مقلد آیا تھا جس نے اختلافی مسائل چھیڑ دیئے۔ میں نے اُس سے بحث کے لیے کہا، لوگوں میں بات شہرت پکڑ گئی، جب میں نے حضرت الشیخؒ سے اس سلسلہ میں کچھ عرض کیا تو ارشاد فرمایا کہ "بیٹا اچھی طرح اور اچھے لہجے میں بات کرنا تاکہ فساد نہ بن جائے"۔ میں خوش ہوا کہ چلو اجازت مل گئی۔ دوسرے دن مجھ سے فرمانے لگے "بیٹا رہنے دیجیے آپ وہاں جائیں"۔ اب میری حیرانگی کی انتہا نہ رہی کہ لوگ کیا کہیں گے کہ بھاگ گیا، لوگوں کے اندر سُبکی ہوگی، کیونکہ اپنا نفس بھی موٹا ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے ـــ دریں اثنا کیا دیکھتا ہوں کہ اُسی صاحب کا جس سے مناظرہ ہونا قرار پایا تھا، مقتدی آیا اور مجھے کہنے لگا کہ آپ نہ آئیں، اب میری خوشی کی انتہا نہ رہی، میں سمجھ گیا کہ ؏

قلندر ہرچہ گوید دیدہ گوید

مولانا موصوف (مدرس دارالعلوم اسلامیہ اضاخیل) راوی ہیں کہ ہم اور حضرت الشیخؒ اکوڑہ خٹک کے محلہ کھٹیک میں کسی کے گھر کسی تقریب میں جا رہے تھے اس محلہ میں چرم پکانے کے لیے زمین میں چھوٹے چھوٹے گڑھے ہوتے تھے، جن کی بدبُو دور دُور تک پھیلتی تھی۔ حضرت الشیخؒ بڑے نفیس اور نفاست پسند تھے۔ اس محلہ میں سے ایسے گذرتے تھے کہ کسی کو احساس تک نہ ہوتا تھا کہ شاید مولاناؒ کو بدبو کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے۔

راوی کا بیان ہے مولانا آگے آگے جا رہے تھے اور ہم طالب علم پیچھے پیچھے، میں نے بدبو کی وجہ سے پگڑی کے شملہ سے ناک ڈھانپ لی۔ حضرت الشیخؒ نے فوراً مڑ کر دیکھا اور فرمایا کہ کیوں لوگوں کو احساس کمتری دلاتے ہو، ان کا دل اپنے پیشے کی طرف سے پھیکا پڑ جائے گا ـــ معاشرتی اور عام انسانی اقدار کی اس سے بہتر لحاظ رکھنے کی اور کیا صورت ہو سکتی ہے ؟

علمیّت

بڑے بڑے اہلِ علم موجود میں اُن کی تحریروں سے حضرت الشیخؒ کی علمی شان واضح ہوتی ہے اور مزید نمایاں ہوگی۔ مجھ جیسا کم علم مولانا صاحبؒ کی علمیت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ بعض اکابر علماء دیوبند اور اپنے مشائخ سے بارہا یہ سُنا ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں طالبعلمی کے زمانے میں حضرت شیخ الحدیثؒ نے تدریس شروع کی تھی، بعض طلبہ حسد کی وجہ سے اُن کا درس نہیں سُنتے تھے۔ اور پھر یہی ہوا کہ حاسدین اپنے حسد کی آگ میں جلتے رہے اور آپ بڑھتے رہے۔ آپ نے کسی بھی حاسدانہ اقدام کا جواب نہیں دیا، سکوت اور صبر آپ کا ہدف تھا لہٰذا کامیاب ہوئے۔

آپ نے ہر قسم کی کتابوں کا درس دیا لیکن زیادہ شغف حدیث سے رہا۔ ترمذی شریف اور بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ درس کا انداز ایسا تھا کہ ایک اَن پڑھ جاہل بھی اُن کے درس سے استفادہ کر سکتا تھا حالانکہ ہر فن کی کچھ اصطلاحات ہوتی ہیں جنکی وجہ سے استاد کے سبق سے صرف وہی طلبا اخذ کر سکتے ہیں جنکو دیگر علوم میں کچھ سُدھ بُدھ ہو۔ آخر تک بخاری شریف کا درس دیتے رہے۔ اُنکے علمی ذوق اور حدیثِ رسولؐ سے والہانہ عشق کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپ تین بار قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے لیکن درس و تدریس اور علمی و مطالعاتی مشاغل میں فرق نہیں آنے دیا، طلباء نے کچھ کمی محسوس نہ کی۔ باوجود اتنے مشاغل کے حضرت الشیخؒ ایک اونچے درجے کے محدث، محقق اور بے مثال مدرس تھے۔

خدمات

آپکی خدمات بہت زیادہ ہیں، سب سے بڑی خدمت دارالعلوم حقانیہ کا قیام ہے برصغیر میں دارالعلوم دیوبند کے بعد اِس دارالعلوم سے زیادہ فیض پھیلا ہے۔ ہمارے ملک میں بڑے بڑے علماء گذرے ہیں لیکن آپ سے اللہ تعالیٰ نے دارالعلوم کی شکل میں جو کام لیا وہ شاید ہی کسی اور سے لیا ہو، اور یہ سلسلہ تا قیامت انشاء اللہ جاری رہے گا۔ آپ کی آخری وصیت بھی یہی تھی کہ "دارالعلوم کا خیال رکھنا"۔